نور محمد قریشی ایڈووکیٹ

دل یا شکم

روزنامہ ''خبریں'' میں ۲۲ر نومبر کے شمارے میں ایک دانشور کالم نگار کا کالم ''طالبان کو مروانے والے'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ موصوف کی نگارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ طالبان خود تو نہیں مرنا چاہتے تھے، یار لوگوں نے ''چک چکا'' کر مروا دیا۔ موصوف کا خیال تھا کہ اگر عرفان صدیقی صاحب، ارشاد احمد عارف صاحب، عطاء الرحمٰن صاحب اور ہارون الرشید صاحب طالبان کے حق میں مضامین نہ لکھتے اور جنرل حمید گل جیسے سابق فوجی ان کے حق میں بیانات نہ دیتے تو طالبان پہلے دن ہی امریکہ کے سامنے لیٹ جاتے، جس طرح ہم امریکہ کے سامنے پتلون اتار کر پیٹ کے بل لیٹ گئے ہیں۔ موصوف یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ سب عاقبت نااندیش رسول رحمت ﷺ کے اس پیغام کو بھول گئے کہ جہاد کا فیصلہ کرنے سے پہلے دشمن سے اپنی طاقت کا موازنہ کرلو اور اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہارے اس دشمن کو زیر کرنے کیلئے ممکنہ ذرائع اور طاقت نہیں ہے تو بہتر ہے کہ جہاد کا ارادہ ترک کردو۔''

موصوف نے یہ نہیں بتایا کہ ان کو یہ پیغام صحاح ستہ کی کسی کتاب سے ملا ہے اور نہ ہی انہوں نے یہ بتانے کی زحمت گوارا کی ہے کہ طالبان جہاد کا عزم لے کر کس ملک پر حملہ آور ہوئے تھے۔ کیونکہ اس قسم کی تفصیلات میں جانا دانشوروں کے فرائض میں شامل نہیں ہوتا۔

انسان کی زندگی میں کبھی کوئی مقام ایسا بھی آجاتا ہے کہ اسے ذلت کی زندگی یا عزت کی موت میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے اور یہ فیصلہ اس شخص کا خالص ذاتی ہوتا ہے اس کے دوستوں کے مشورہ کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ صاحب حمیت و جرأت، عزت کی موت کا انتخاب کرتے ہیں۔ بزدل اور بے حمیت ذلت کی زندگی پسند کر لیتے ہیں۔

میں نے بہت چھوٹی عمر میں خاندان کی کسی بزرگ خاتون سے ایک کہانی سنی تھی کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا تو ایک چڑیا اپنی چونچ میں پانی کا ایک قطرہ لے کر اس آگ کو بجھانے کے لئے آگئی اور ایک کرلے نے وہاں آکر آگ کو پھونک مارنا شروع کر دی تاکہ آگ اور تیز ہو جائے۔ پھر مجھے بتایا گیا تھا کہ چڑیا کے ایک قطرہ پانی سے آگ نے بجھنا نہیں تھا اور کرلے کی پھونک سے آگ نے تیز نہیں ہو جانا تھا۔ انہوں نے تو اپنے اپنے نام لکھوائے تھے۔ امریکہ اور افغانستان کے تصادم میں بھی لوگوں نے اپنے اپنے نام لکھوائے ہیں۔ اخبارات میں مضامین یا بیانات سے کسی فریق نے بھی کوئی اثر نہیں لیا اور نہ ہی لینا تھا۔

آج سے تقریباً پچاس سال قبل میں ایک ایسے نوجوان سے مل چکا ہوں کہ جس کے باپ نے مشرقی پنجاب میں

اگست ۱۹۴۷ء میں اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹیوں اور بیوی کو ذبح کیا اور اس کے بعد سکھ حملہ آوروں سے لڑتے ہوئے جان دے دی۔ اس طرح کی اور مثالیں بھی ہوں گی لیکن یہ بھی ہوا کہ ایک شخص کے سامنے اس کی جوان بہن کو سکھ اٹھا کر لے گئے اور اس شخص نے پاکستان آ کر نہ صرف بھرپور زندگی گزاری بلکہ زندگی سے لطف اندوز بھی ہوا۔ مذکورہ دانشور کے نزدیک اول الذکر شخص کا طرز عمل قابل مذمت اور ثانی الذکر کا قابل تعریف۔ پسند اپنی اپنی۔ خیال اپنا اپنا۔

۱۱ رستمبر کو امریکہ میں جو کچھ ہوا، اس کے بارے میں مجھے ایمان کی حد تک یقین ہے کہ یہ صرف اور صرف اسرائیل ہی کر سکتا ہے۔ اسامہ بن لادن افغانستان جیسے پسماندہ ملک میں بیٹھ کر یہ کام کر ہی نہیں سکتا تھا اور پھر اس نے یہ بھی نہیں کہا کہ ''اہ وی یاراں داہی کم اے''۔ امریکہ کے پاس ہرگز کوئی ثبوت نہیں کہ اسامہ یا اس کی تنظیم اس میں ملوث ہے۔ اسرائیل پہلے بھی اس طرح کے کام کرتا رہا ہے جس سے اشتعال میں آ کر امریکہ کسی مسلمان پر حملہ آور ہوسکتا تھا لیکن پردہ فاش ہوتا رہا مگر امریکی حکومت کو جرأت نہیں ہوئی کہ اسرائیل کی طرف اشارہ بھی کر سکے۔ اسرائیل ایک خالص نسل پرست ملک ہے۔ دنیا کا ہر یہودی خواہ وہ کسی ملک کا باشندہ ہو اور خواہ وہ ملحد ہی کیوں نہ ہو اسرائیل کا شہری ہوسکتا ہے۔ دنیا کا ہر شخص جس میں عیسائی بھی شامل ہیں یہ جانتا ہے کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ولد الحرام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو بدکار عورت سمجھتے ہیں (نقل کفر کفر نہ باشد) لیکن پوری عیسائی دنیا اس قدر بے غیرت ہے کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی انہوں نے نہ صرف اسرائیل کو قائم کیا بلکہ گزشتہ نصف صدی سے اس کی سرپرستی بھی کر رہی ہے، امریکہ کو تو اسرائیل نے یرغمال بنایا ہوا ہے۔

۱۱ رستمبر کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی عمارت گرتے ہی بغیر کسی تحقیق اور تفتیش کے صدر امریکہ نے اس کارروائی کو اسامہ بن لادن کی طرف منسوب کر دیا اور طالبان حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے کر دے۔ اس کے جواب میں طالبان نے مطالبہ کیا کہ اسامہ کے خلاف ثبوت فراہم کر دیا جائے تو وہ اسے کسی تیسرے ملک کے حوالے کر دیں گے لیکن ثبوت ہوتے تو فراہم بھی کئے جاتے۔ جواب میں صرف یہ کہا گیا کہ ہماری بات (قطع نظر اس کے کہ وہ معقول ہے یا غیر معقول) تسلیم کرو، ورنہ ہم آگ برسا کر افغانستان کو راکھ کر دیں گے۔ اب ملا عمر کی زندگی میں بھی وہ مقام آ گیا کہ اسے ذلت کی زندگی یا عزت کی موت میں سے ایک کا انتخاب کرنا تھا اور اس نے ایک باحمیت شخص کی طرح موت کو پسند کر لیا۔ یہ خالص ملا عمر کا اپنا فیصلہ تھا اور اس میں عرفان صدیقی صاحب، عطاء الرحمٰن صاحب، ارشاد احمد عارف صاحب یا ہارون الرشید صاحب کی تحریروں کا کوئی دخل نہیں تھا۔ یہ حضرات اگر اس کے برعکس بھی لکھتے تو بھی ملا عمر نے یہی فیصلہ کرنا تھا۔ موت تو برحق ہے ''حی لا یموت'' تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ موت سے ڈر کر وہ صاحب حمیت شخص اپنا فیصلہ کیوں تبدیل کرتا؟ آج دنیا میں شاید کوئی شخص موجود ہوگا۔ جو ۱۹۰۱ء میں موجود تھا اور جو لوگ آج موجود ہیں ان میں

سے شاید کوئی ۲۱۰۱ء میں موجود ہوگا۔ جب بات صرف اتنی ہی ہے تو ایک باحمیت شخص کس طرح موت سے ڈر کر ذلت کی زندگی قبول کر سکتا ہے۔ مجھے ذاتی طور پر ایک لمحے کیلئے بھی یہ خیال نہیں گزرا تھا کہ ملا عمر عزت کی موت کی جگہ ذلت کی زندگی قبول کر لے گا اور پھر اپنے رب کی رحمت سے کیوں مایوس ہوتا؟ اگر افغانستان کی تباہی اس کے رب نے لکھ دی تھی تو اسے کون روک سکتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو آزمانا بھی تو تھا کہ کون ہے جو مسلمانوں کا ساتھ دیتا ہے؟ اور کون ہے جو عالم کفر کا ساتھ دیتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر پاکستان میں خالص ہندو سکھ بھی آباد ہوتے تو وہ بھی افغانستان کے ساتھ اس سے برا سلوک کیا کرتے جو ہم نے مسلمان ہو کر کیا؟ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ پوری امت مسلمہ راکھ کا ڈھیر ہے اور اس میں اب ئی چنگاری باقی نہیں رہی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا عذاب محقق ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ وہ اپنے فیصلے کرنے میں زاد ہے، آزمائش تو ہو چکی، اب اللہ تعالیٰ کی مرضی۔

كذالك يضل من يشاء وما يعلم جنود ربك الا هو (مدثر، آیت نمبر:۳۲)

اس وقت پوری دنیا امریکہ کی غلام ہو چکی ہے اور امریکہ یہودیوں کا غلام۔ امریکہ اس وقت پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ انسا ولاغیری ٥ کسی ملک میں یہ جرأت نہیں کہ امریکہ کے حکم سے سرتابی کر سکے۔ یہ طاقت کی انتہا ہے لیکن آخری طاقت تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اسی کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ پاکستان تو امریکہ کا Most Obedient Servant بن چکا ہے۔ اب ڈالروں کا سیلاب آئے گا کہ ہمارے قومی بنک کے پاس جگہ کم پڑ جائے گی۔ چند دنوں میں ہی ہندوستانی کشمیر بھی ہمارے حوالے کر دیا جائے گا۔ امریکہ کی فوج بھی مستقل طور پر پاکستان میں رہے گی تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ایٹم بم رکھیں اور ایک بہت بڑی فوج کو پالیں اور فوج بھی ایسی جو صرف پاکستان کو ہی فتح کر سکتی ہے۔ اور چار دفعہ فتح کر چکی ہے۔ ہاں! تاریخ ضرور لکھی جا چکی ہے۔ سلطان ٹیپو کے ہم عصر بہت سے راجے اور نواب تھے لیکن ہم سب کو بھول چکے ہیں، صرف ٹیپو ہمیں یاد ہے یا میر جعفر، تاریخ میں جہاں سلطان ٹیپو کے بعد ملا عمر کا نام آئے گا، وہاں میر جعفر کے بعد جنرل پرویز مشرف کا نام بھی آئے گا۔

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت
فیصلہ ترا ترے ہاتھوں میں دل یا شکم

ہم نے تو شکم کے حق میں فیصلہ کر لیا ہے۔ دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد ہم کتنے دن زندہ رہتے ہیں۔

كل من عليها فان٥ و يبقىٰ وجه ربك ذوالجلال والاكرام٥

❁ ❁ ❁